بن ھشامؒ بارش کی رات مغرب وعشاء اکٹھے پڑھتے تھے۔ اور موسیٰ بن عقبہؒ سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور اس دور کے بزرگ بھی دوران بارش مغرب وعشاء کو جمع کرتے اور اس پر اعتراض نہ کرتے تھے۔[السنن الكبرىٰ ٣/١٦٨ ، وصححه الألباني ، ومجموع الفتاوىٰ ٢٤/ ٨٣]

سالمؒ بن عبداللہ بن عمر اور قاسمؒ بن محمد بن الصدیق بھی بارش کی رات امراء کے ساتھ اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔
[مصنف عبدالرزاق ٢/٥٥٦، التمهيد ١٢/ ٢١٢]

معلوم ہوا کہ دورانِ باراں جمع پر اہل مدینہ کا عمل تھا۔ مذکورہ بالا روایات سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے بعد تابعین اہل مدینہ کا عمل ثابت ہوتا ہے۔ نیز عبداللہ بن عمرؓ سمیت فقہاء مدینہؒ ان واقعات میں مقتدی تھے اور امام بنو امیہ کے گورنر صاحبان۔ ابن عمرؓ (ت ۷۳ھ) کی زندگی میں سعید بن العاص، مروان بن الحکم، ولید بن عقبہ، عمرو بن سعید ابن العاص اور عثمان بن محمد بن ابوسفیان اموی حکمرانوں کی طرف سے، پھر طلحہ بن عبداللہ بن عوف' عبداللہ بن الزبیرؓ کی طرف سے مدینہ کے گورنر رہے۔[تاريخ خليفه بن خياط ت ٢٤٠هـ]

(۴) حتی کہ ان حکمرانوں میں سے افضل ترین شخصیت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی نماز ظہر آخری وقت میں پڑھانا ثابت ہے۔[البخاری، المواقيت باب ١٣ وقت العصر ح: ٥٤٩]

٢۔ عن ابن وهب عن عمرو بن الحارث أن سعيد بن هلال حدثه أن ابن قسيط حدثه:" أن جمْعَ الصلاتين بالمدينة في ليلة المطر المغرب والعشاء سنةٌ ، وإن قد صلاها أبو بكر وعمر وعثمان ؓ."[المدونة الكبرىٰ ١/ ١١٥]

اس سند میں عمرو بن الحارث مجہول راوی ہے اور سعید بن ھلال کا ترجمہ نہیں ملا۔ لہٰذا خلفاء راشدینؓ سے روایۃً یہ جمع ثابت نہیں ہوا۔ پھر ابن عمرؓ کی عملی روایت سے بھی خلفاء راشدینؓ کا اس پر عمل نہ ہونا ہی درایۃً بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ "جو عمل حضرات صدیق، فاروق، غنی اور حیدرؓ نے بطور امام انجام دیا ہو، اس عمل کے ثبوت کے لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بحیثیت مقتدی عمل بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔" **فتدبر!**

شیخ الاسلامؒ: بارش کی حالت میں جمع عصر صحابہ وتابعین سے مدینہ میں جاری رہا۔ نیز کسی بھی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس پر انکار مروی نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جواز ان کے ہاں متواتر طور پر ثابت تھا۔[الفتاوىٰ ٢٤ /٨٣]

(جاری ہے)

اصلاح عقیدہ

محمد حسن عاصم صدیقیؒ

بدعت کی شرعی حیثیت

تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا:

قرآن کریم کی پرخلوص تلاوت بہت عمدہ عبادت ہے اور اس کا ثواب میت کو بھی بخشا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس تلاوت پر اجرت نہ لی گئی ہو۔ خواہ اجرت پہلے طے کی گئی ہو یا طے تو نہیں کی گئی لیکن عرف اور رواج سے یہ معلوم ہو کہ کچھ نہ کچھ اجرت ضرور ملے گی۔ (لأن المعهود كالمشروط)

فقہاء احنافؒ نے اس کی وضاحت کی ہے، چنانچہ تاج الشريعة محمود بن احمد الحنفیؒ لکھتے ہیں: ''لأن القرآن لايستحق بالأجرة الثواب لا للميت ولا للقارى۔'' جو قرآن اجرت پر پڑھا جائے اس کا ثواب نہ میت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ [شرح الهداية]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: الآخذ والمعطى آثمان ، فالحاصل أن ما شاع فى زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لايجوز ۔ ''قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جو قرآن شریف کے پاروں کا اجرت لے کر پڑھنا عام ہو چکا ہے وہ جائز نہیں۔''

اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے حضرات فقہاء کرام کے متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اجرت لے کر قرآن پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا باطل ہے، نہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ [دیکھئے مجموع فتاویٰ]

ابن القیمؒ فرماتے ہیں: وأما قراءة القرآن واهداء ها له تطوعا بغير أجرة فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج۔ [كتاب الروح] ''اور قرآن پڑھ کر بطور تبرع اس کا ثواب میت کو بخشنے پر ثواب اسے (مردے کو) پہنچتا ہے جس طرح روزہ و حج کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔'' [اس عبارت پر تعلیق ملاحظہ فرمایئے: التراث شمارہ ۳۱ ص ۲۰-۲۱]

علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: ثم قراءة القرآن واهداء ها له تطوعا بغير أجرة يصل إليه . ''قرآن مجید کو بغیر اجرت محض لِلّٰہ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا درست ہے۔'' [شرح الفقه الاكبر]

علامہ صدرالدین علی بن محمد الاذرعیؒ الدمشقی تحریر کرتے ہیں: ''اجرت پر قرآن کریم کی تلاوت کر کے اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا، تو اسلاف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا اور نہ حضرات ائمہ دین میں کسی نے اس کا حکم دیا نہ اجازت دی۔ اور تلاوت

پر ہی اجرت لینا ناجائز ہے،اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔"

مولانا گنگوہی صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا:"پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے وہ اجرت ان کے پڑھنے کی ہے اور جو پڑھائی کہ اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے کو ہوتا ہے اور نہ مردہ کو۔لہٰذا یہ فعل ان کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام ہے،موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ کا ہے۔مردہ کو اس کا ثواب نہیں ملتا ہے اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔لہٰذا اس کام کا ترک واجب ہے۔

اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنی جگہ پڑھ کر ثواب پہنچاوے تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جاوے۔نفس ایصال ثواب کو کوئی منع نہیں کرتا اگر بلا تعین ہو۔(☆۱) مگر ان قیود وخصوصیات کے ساتھ بدعت ہے اور ثواب کبھی نہیں پہنچتا۔ [فتاویٰ رشیدیہ]

فائدہ : دم وتعویذ کی اجرت

کسی بیمار اور مصیبت زدہ پر قرآن کریم پڑھ کر یا تعویذ لکھ کر اجرت لینا جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إن أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب الله**" [بخاری ۸۵٤/۲] "زیادہ مناسب چیز جس پر تم اجرت لو، کتاب اللہ ہے۔"(☆۲) یاد رہے کہ اس سے جھاڑ پھونک (رقیۃ) پر اجرت لینا مراد ہے،ایصال ثواب پر اجرت لینا مراد نہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:" **المراد الرقية لا التلاوة** "اس سے مراد دم ہے تلاوت نہیں۔" [مجموع فتاوی]

علامہ عزیزیؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ:"جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے،تلاوت قرآن مجید پر نہیں۔" [السراج المنیر ۱/٤٨٥]

(☆۱) جن اعمال کا ثواب میت کو پہنچنے کی دلیل واضح ہے،ان کا بیان شمارہ ۳۱ میں گزر چکا ہے۔ایصال ثواب کو انہی پر منحصر کرنا اولیٰ اور احوط ہے،کیونکہ عام نصوص قرآنی سے عمومی اور مطلق ایصال ثواب کی نفی ثابت ہے۔**واللہ أعلم**

(☆۲) ابو سعید الخدریؓ: صحابہ کی ایک جماعت دوران سفر ایک عرب قبیلے کے ہاں اتری اور ان سے مہمان نوازی کا تقاضا کیا،انہوں نے خاطر مدارات سے انکار کردیا۔پھر اس قبیلے کے سردار کو ڈس لیا گیا،انہوں نے اس کے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن **"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"** آخر کسی نے کہا:اس قافلے کے پاس چلیں،شاید ان میں کسی کے پاس کوئی مفید چیز ہو۔وہ آئے اور ماجرا بیان کر کے کہا: کیا آپ میں سے کسی کے پاس کوئی حل ہے؟ایک صحابی نے کہا:ہاں اللہ کی قسم!میں دم کرتا ہوں لیکن تم =

=لوگوں نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا ہے، پس میں اجرت طے کیے بغیر دم نہیں کروں گا۔اس پر انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے کیا۔وہ صحابی گیا، گزیدہ پر لعاب ڈالتے ہوئے ''سورۃ الفاتحۃ'' پڑھنے لگا......وہ ایسا ٹھیک ہوا جیسے کہ جکڑی ہوئی رسی کھول دی گئی ہو اور اٹھ کر چلنے لگا کہ اس میں کوئی دردناک بیماری نہ رہی۔انہوں نے حسب معاہدہ اجرت دے دی۔پھر قافلے میں یہ بات نکلی کہ اسے آپس میں تقسیم کیا جائے،تو دم کرنے والے نے کہا: ایسا نہ کرو، یہاں تک کہ ہم نبی کریم ﷺ سے سارا واقعہ عرض کریں، دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' وما یدریک أنھا رقیة ؟! قد أصبتم ، اقسموا واضربوا لی معکم سھماً '' تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ (سورۃ الفاتحہ) دم کرنے کی دعا بھی ہے؟! تم لوگوں نے بہت اچھا کیا، اسے تقسیم کرو اور میرے لیے بھی حصہ نکالو۔'' یہ فرما کر نبی ﷺ مسکرا دیے۔[بخاری کتاب الإجارۃ باب ١٦ مایعطی فی الرقیة ح:٢٢٧٦، مسلم الطب ح:٦٥]

اسی واقعے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: دم کرنے کی اجرت لینے کو قافلہ والوں نے ناپسند کر کے کہا:'' أخذت علی کتاب اللہ أجراً '' آپ نے کتاب الٰہی پر اجرت لی ہے!'' پھر شکایت کی:'' یارسول اللہ أخذ علی کتاب اللہ أجراً '' اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' إن أحق ما أخذتم علیه أجراً کتاب اللہ ۔'' بیشک تمہاری اجرت لینے کی چیزوں میں سے کتاب اللہ اجرت کا خوب مستحق ہے۔''[بخاری کتاب الطب باب ٣٤ الشروط فی الرقیة ح: ٥٧٣٧]

معلوم ہوا کہ اس قبیلے نے صحابہ کی مہمان نوازی سے انکار کیا، پھر ان کا سردار ڈسا گیا، جس پر وہ مہمانوں کے محتاج ہوئے، انہوں نے (مہمان نوازی کے شرعی حکم کے مطابق اپنا حق لینے کے لیے) اجرت سے مشروط کر دیا...... پھر کتاب اللہ کے ذریعے دم کر کے دنیاوی مال لینے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ﴿ ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا وإیای فاتقون ﴾[البقرۃ: ٤١] وغیرہ نصوص کے تحت ممنوع خیال کر کے شکایت کی تو آپ ﷺ نے صاحب قصہ (ابوسعید رضی اللہ عنہ) کی حمایت میں فرمایا کہ (صورت مسئولہ میں) کتاب اللہ کے ذریعے جو اجرت لی گئی ہے، بالکل جائز ہے۔ واللہ أعلم

مہمانوں کا شرعی حق: حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ: آپ ہمیں (کسی مہم پر) روانہ فرما دیتے ہیں، دوران سفر ہم کسی قوم کے ہاں اتر پڑتے ہیں تو وہ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے۔اس بارے میں ہمیں کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''إن نزلتم بقوم فأمروا لکم بما ینبغی للضیف فاقبلوا ، فإن لم یفعلوا فخذوا منھم حق الضیف الذی ینبغی لھم . ''اگر تم کسی قوم کے پاس ٹھہریں اور وہ مہمان داری کا مناسب انتظام کریں تو اسے قبول کرو، اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمانی کا مناسب حق (جبراً) وصول کر سکتے ہو۔''[بخاری، المظالم ، باب ١٨: قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمه ح: ٢٤٦١، والأدب، باب ٨٥: اکرام الضیف ح: ٦١٣٧، مسلم ،اللقطة، باب الضیافة]

اس سیاق وسباق کی روشنی میں مذکورہ بالا حدیث مطلقاً دم پر اجرت لینے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ہاں جواز کے قائلین اس اصولی قاعدے کا سہارا لے سکتے ہیں: ''العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب'' واللہ أعلم

''تعویذ'' کی شرعی حیثیت: مصنفؒ نے دم کے ساتھ تعویذ کو بھی جائز سمجھ کر اس پر بھی اجرت لینے کا جواز بیان کیا ہے۔ قرآن مجید وحدیث شریف میں تعویذ لکھنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی، البتہ امام ترمذیؒ نے حدیث ابی سعید ؓ پر عنوان باندھا ہے: ''باب ما جاء فی أخذ الأجر علی التعویذ'' [کتاب الطبباب ۲۰] یہاں امام صاحبؒ کی مراد تعویذ کا ''پڑھنا'' ہے، لکھنا نہیں۔ ''تعویذ'' عَوَّذَ یُعَوِّذُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: ''پناہ میں دینا'' یعنی: کسی چیز سے اللہ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا۔ جبکہ تحریر شدہ یا لٹکانے کی تعویذ عربی میں '' تمیمۃ '' کہلاتی ہے۔ اس قسم کی **تعویذ** کے بارے میں فرامین نبویہ ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ابوبشیر انصاریؓ: میں کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، آپ ﷺ نے ایک اعلان کرنے والا بھیجا کہ ''لا یبقین فی رقبۃ بعیر قلادۃ من وتر أو قلادۃ الا قطعت'' [البخاری الجہاد باب۱۳۹ ح:۳۰۰۵، مسلم اللباس ۱۴/ ۹۵ ح:۱۰۵] ''کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار یا کوئی ہار ہرگز نہ رکھا جائے بلکہ کاٹ دیا جائے۔'' امام مالکؒ، ابوعبیدؒ وغیرہ کہتے ہیں: نظر بد سے بچانے کے لیے سواری کے گلے میں قلادہ (ہار) باندھا کرتے تھے۔ [مسلم ۱۴/ ۹۵، فتح المجید ص۱۶۶]

۲۔ زینب: ابن مسعود ؓ نے میری گردن میں دھاگہ بندھا دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں بولی: اس پر دم کیا گیا ہے۔ کاٹ پھینکا اور کہا: میرے اہل خانہ کو شرک سے بے نیاز ہونا چاہیے! نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک'' بیشک دم جھاڑ، تعویذیں اور جلب محبت کی عملیات شرک ہیں۔'' میں بولی: کیسے؟ واللہ میری آنکھ دکھتی تھی، فلاں یہودی دم کرتا تو ٹھیک ہو جاتی! ابن مسعود ؓ: بلاشبہ یہ شیطان کا کام ہے، وہ ہاتھ چبھوتا تھا، جب وہ دم کرتا تو رک جاتا۔ تجھے یہ دعا کافی ہے: ''اذھب البأس رب الناس اشف أنت الشافي، لا شفاء الا شفاؤک شفاء لا یغادر سقما'' [ابوداود الطب، باب ۱۷ ح:۳۸۸۳، ابن ماجہ الطب ح:۳۵۳۰، احمد ۱/ ۳۸۱، حاکم ۴/ ۴۱۷ صححہ علی شرط الشیخین وصححہ الالبانی فی الصحیحۃ: ۳۳۱]

۳۔ فرمان نبوی ہے: ''من تعلق تمیمۃ فقد أشرک'' [احمد ۴/ ۱۵۶، حاکم ۴/ ۲۱۹ وصححہ الالبانی فی الصحیحۃ: ۴۹۲] ''جس کسی نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔''

۴۔ عبداللہ بن عکیم: فرمان نبی ﷺ ہے: ''من تعلق شیئا وکل الیہ'' [الترمذی الطب باب ۲۴ ح:۲۰۷۲، احمد ۴/ ۳۱۰، حاکم ۴/ ۲۱۶ وحسنہ الالبانی فی صحیح الترمذی] ''جس نے کوئی چیز لٹکائی اسے اسی چیز کے حوالے کیا جاتا ہے۔'' اسی طرح عمران بن حصین ؓ، عقبۃ بن عامر ؓ وغیرہ سے بھی ممانعت میں حدیثیں مروی ہیں۔

شیخ الاسلامؒ: تعویذ کی عبارت قابل فہم ہونا چاہیے، اگر معنی واضح نہ ہو تو حرام ہے۔ شرکیہ دم اور تعویذ کی حرمت مردار اور

خنزیر کی حرمت سے شدید تر ہے۔ پس یہ اضطراری حالت میں بھی جائز نہیں، کیونکہ اولاً اس کی تاثیر یقینی نہیں۔ ثانیاً حصول مقصد میں صحیح دعائیں اور مسنون اذکار کافی ہیں، باطل کی کوئی ضرورت نہیں۔ [**مجموع الفتاویٰ ۱۹/۶۱**]

شرک کی غلاظت اور شائبے سے بالکل پاک مختلف شکلوں کی تعویذوں کے بارے میں بھی علمائے اسلام کی رائے مختلف ہے:

(۱) ''تعویذ کی دعائیں'' پڑھ کر اور قرآنی آیات کی تلاوت کر کے مریض وغیرہ پر دم کرنا

یہ رسول اللہ ﷺ سے قولاً، فعلاً اور تقریراً بکثرت روایات میں ثابت ہے۔'' **لا بأس بالرقی ما لم یکن فیه شرک**''

[مسلم الطب ح: ٦٤ عن عوف بن مالك ١٤ / ١٨٧]

امام سیوطیؒ: علماء کا اجماع ہے کہ تین شرائط پورے ہوں تو دم کرنا ''**جائز**'' ہے: (۱) کلامِ الٰہی یا اسمائے الٰہی پڑھے جائیں۔ (۲) عربی زبان میں ہو اور معنی واضح ہو۔ (۳) یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دم بذاتِ خود اثر نہیں کرتا، بلکہ تقدیر الٰہی کے مطابق ہی اس کی تاثیر ہوتی ہے۔ [فتح المجید ص:١٦٩] نوویؒ نے بھی اجماع نقل کیا ہے۔ [نیل الاوطار ٨/ ٢٤١]

شیخ الاسلامؒ: عربی زبان کے بغیر دعا مکروہ ہے، صرف عربی نہ جاننے والوں کو اجازت ہے۔ [فتح المجید ص:١٦٨]

(۲) ''تعویذ'' پڑھ کر پانی، غذا یا دوا پر دم کر کے مریض کو کھلانا

۱۔ حضرت انسؓ: نماز فجر کے بعد اہل مدینہ کے خادم برتنوں میں پانی لے آتے تو آپ ﷺ ان میں اپنا دست مبارک ڈبو لیتے حتی کہ سردیوں میں بھی پانی لاتے تو اس میں مبارک ہاتھ ڈالتے تھے۔ [مسلم الفضائل ١٥/ ٨٢ ح: ٧٤]

اہل مدینہ برکت نبوی سے فیض یاب ہونے کے لیے یہ پانی اہتمام سے بھیجتے تو یقیناً وہ یہ متبرک پانی پیتے اور خصوصاً مریضوں کو پلاتے تھے۔ بعض علماء اس پر قیاس کر کے پانی وغیرہ پر دم کرنے کا استدلال کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت عائشہؓ بھی مریض کے لیے پانی میں دم کرنے کو جائز قرار دیتی تھیں۔ [الروضة الندية ٢/ ٢٣٠]

۳۔ الشیخ محمد بن صالح العثیمینؒ: پانی پر دم کرنے کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **دم کرنے والے کے لعاب یا پھونک سے برکت حاصل کرنا**: یہ حرام، بلکہ شرک کی قسم ہے، کیونکہ محمد ﷺ کے علاوہ کسی شخص سے برکت حاصل کرنا درست نہیں۔ کسی چیز کے لیے شرعی یا ظاہری وسائل کے بغیر کوئی سبب پیش کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

(۲) **قرآن پڑھ کر پانی وغیرہ پر دم کرنا**: یہ جائز ہے۔ ایسا بعض اسلافؒ نے بھی کیا ہے اور تجربات سے اس کی منفعت ثابت ہوئی ہے۔ اھ ملخصاً [**المجموع الثمین مع الایضاح المبین ص:١٥٤، ١٥٥**]

۴۔ فضیلۃ الشیخ وحید بن عبد السلام بالی نے دعائیں پڑھ کر دم کیا ہوا پانی جادو سے متاثر شخص کو پلانے اور اسی سے غسل بھی کرانے کو جائز اور مفید کہا ہے۔ [جادو کا علاج]

(۳) تعویذ کی دعائیں پاک وحلال چیز سے صاف برتن پرلکھ کر دھونا اور مریض کو پلانا

۱۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ: حاملہ پر ولادت مشکل ہو جائے تو یہ اذکار لکھ لیں:''بسم الله ، لا اله الا الله الحليم الكريم ، سبحان الله رب العرش العظيم ﴿الحمد لله رب العالمين ۞﴾ ﴿كأنهم يوم يرونها لم يلبثوٓا إلا عشية أو ضحٰها ۞﴾[النازعات ٤٦] ﴿كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوٓا إلا ساعة من نهار بلٰغ فهل يهلك إلا القوم الفاسقون ۞﴾[الاحقاف ٣٥]'' ثم يغسل وتسقى '' پھر اسے دھو کر عورت کو پلایا جائے۔ [الفتاویٰ ١٩/ ٦٤، الروضة الندية ٢/٢٣٠]

۲۔ مجاہد بن جبرؒ: قرآن لکھ کر دھونا اور مریض کو پلانا جائز ہے۔[الروضة الندية ٢/ ٢٣٠]

۲۔ ''عبداللہ: میں نے والد محترم امام احمدؒ کو عورت کے لیے مذکورہ اذکار وآیات گلاس میں لکھتے دیکھا ہے۔

۳۔ شیخ الاسلامؒ: پاگل وغیرہ کے لیے آیات واذکار حلال روشنائی سے لکھ کر دھو کر پلانا جائز ہے۔''[الفتاویٰ ١٩ / ٦٤]

الشیخ ابن العثیمینؒ: قرآن پاک کھانے پینے کے برتنوں پر لکھنا بھی قرآن کی توہین ہے اور بغرضِ شفا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ اس طریقے سے شفا کا حصول اسلاف سے منقول نہیں۔ [المجموع الثمين ص١٤٨ ملخصاً]

''نبی کریم ﷺ سے قرآنی سورہ کا لکھ کر دھو کر پلانا یا اس کی اجازت ثابت نہیں، اور ہمارے علم کے مطابق کسی صحابی سے بھی ایسا عمل ثابت نہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس جدید طریقے کو ترک کر کے ثابت شدہ دم پر اکتفا کیا جائے۔ جو کوئی شریعت پر اکتفا کرے اللہ پاک اسے دوسری چیزوں سے بے نیاز فرما دیتا ہے۔'' [فتوى اللجنة الدائمة :١٢٥٧، الايضاح المبين ص٧٣-٧٦]

اس مسئلے میں ابن العثیمینؒ کے مقابلے میں سماحۃ الشیخ ابن بازؒ وغیرہ کا فتویٰ زیادہ مناسب ہے، جنھوں نے حرام کے بجائے ''خلافِ اولیٰ'' کہا ہے۔ غالباً ان کے نزدیک ابن عباس ؓ کی موقوف روایت صحیح نہیں۔ والله أعلم

(۴) تعویذ کی دعائیں کاغذ وغیرہ پر لکھ کر جسم سے باندھنا یا لٹکانا

۱۔ عطاء بن ابی رباحؒ (ت ۱۱۴ھ) سے پوچھا گیا: اگر عورت کی گردن میں تعویذ یا کوئی تحریر ہو تو حیض کے دوران کیا حکم ہے؟ جواب دیا: اگر کسی چمڑے میں ہو تو اتار دینا چاہیے، اور اگر چاندی سے ملمع شدہ ڈبے میں (پیک) ہو تو رکھے یا اتار دے کوئی حرج نہیں۔[سنن الدارمی، الطهارة، باب ١١٨ ح: ١١٧٥] اس کی سند میں راوی عبد الملک کی تعیین نہ ہو سکی۔

۲۔ عبداللہ بن عباس ؓ کی تعلیم کردہ آیات واذکار بیان کر کے راوی علی بن الحسن بن شقیق المروزی (ثقة حافظ) نے کہا: ''یہ کاغذ پر لکھ کر عورت کے بازو پر باندھا جاتا ہے۔ بچہ جنتے ہی کھول کر سنبھالنا یا جلا دینا چاہیے، مجرب ہے۔''[الفتاویٰ ١٩/ ٦٥]

۳۔ رسول اللہ ﷺ نیند میں خوف سے بچانے کے لیے سوتے وقت پڑھنے کی یہ دعا سکھاتے تھے:''بسم الله ، أعوذ

بـكلمات الله التامّة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون ''عبداللہ بن عمرو ﷛ بڑی اولاد کو یہ دعا سکھاتے (اور یاد کراتے) تھے کہ سوتے وقت پڑھا کریں'' ومن كان منهم صغيراً لا يعقل أن يحفظها كتبها له فعلقها في عنقه'' اور کم سن بچے جو یاد نہ کر سکیں ان کے لیے لکھ کر گردن میں لٹکا دیتے تھے۔'' [مسند احمد ۲/ ۱۸۱، محقق نسخه:۱۱/ ۲۹٦ ح: ٦٦۹٦، البانی : ضعيف (مشكوٰة)]

اس روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تختی وغیرہ پر لکھ کر بچوں کی گردن میں لٹکاتے تھے تاکہ وہ اسے پڑھتے ہوئے یاد کریں۔ بعض علماء نے اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷛ یہ دعا بطور تعویذ لکھ کر بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے۔ والله أعلم

الشیخ عبدالرحمٰن بن حسنؒ، امام شوکانیؒ وغیرہ نے (غالباً ایسی ضعیف روایات کی بنیاد پر) تحریری تعویذ کے جواز کو حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص ﷛ اور حضرت عائشہؓ سے بھی منسوب کیا ہے۔ ابوجعفر محمد باقرؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں جائز کہا گیا ہے۔ [فتح المجيد ص ۱۷۰ ط: مؤسسة قرطبه، نيل الأوطار ۸/ ۲٤۰، الروضة الندية ۲/ ۲۳۰]

جائز کہنے والوں نے عمومی نصوص سے کھینچا تانی کرنے کی کوشش کی ہے، جیسے: ﴿ وننزل من القران ما هو شفآء ورحمة للمؤمنين ﴾[الاسراء ۸۲] اور ''من استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل'' [مسلم الطب ۱٤/ ۱۸٦ ح: ٦۰]

لیکن جس ذات نے قرآن پاک کو شفا بنایا ہے، اُسی نے اپنے پیغمبر کے ذریعے اس سے شفا حاصل کرنے کا طریقہ بھی واضح فرما دیا ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث بھی دم کرنے سے ہی متعلق ہے۔ (كما تقدم) عبداللہ بن عمرو ﷛ کا عمل بھی بچوں کو یاد کرانے کے لیے لکھ کر لٹکانا ہے، اصطلاحی ''تعویذ'' مراد نہیں۔ والله أعلم

عبداللہ بن مسعود ﷛ اور عبداللہ بن عباس ﷛ نے تحریری تعویذ کو ''حرام'' قرار دیا ہے اور یہی حضرت حذیفہ بن الیمان ﷛، عقبہ بن عامر ﷛ اور ابن عکیم سے بھی مروی ہے، تابعین میں سے ابن مسعود ﷛ کے شاگردوں سمیت بہت سے علماء اسے حرام سمجھتے ہیں۔ یہی امام احمدؒ کی وہ روایت ہے، جسے اس کے اکثر ساتھیوں نے قبول کیا ہے۔ [فتح المجيد ص ۱۷۰]

اور یہی حرمت والا قول تین پہلوؤں سے درست ہے :

۱۔ تعویذ باندھنے یا لٹکانے سے منع کی احادیث عام ہیں، جبکہ قرآنی تعویذ کے استثناء کی کوئی دلیل نہیں۔ اور عبادات میں اصل حکم ''توقف'' ہے، لہٰذا تعویذ لٹکانا جیسی عبادت بغیر شرعی ثبوت کے جائز نہیں ہوسکتی۔

۲۔ سداً للذريعة: اگر تعویذ کی ایک قسم کا لٹکانا جائز قرار پائے تو اُسی کی آڑ میں ہر قسم کی شرکیہ اور مشکوک تعویذوں کا استعمال پھیل سکتا ہے۔ اور اس باب میں ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا راستہ بند ہوسکتا ہے، کیونکہ کسی کے گلے سے تعویذ کھول کر پڑھے بغیر اسے ''حرام'' نہیں کہا جاسکتا۔ یاد رکھیے کہ ''سد ذریعہ'' شریعت اسلامیہ کا نہایت اہم باب ہے۔